HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com

فرحت اشتیاق

دیست سے بہت تنہا

"آج عارفہ آئی تھی۔" امی نے دودھ کا گلاس اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا تو وہ سوالیہ انداز میں ان کو دیکھنے لگی۔

"خیریت' ابھی پرسوں ہی تو امیمہ کے ولیمے میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔" جواب میں امی اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گئیں اور کچھ ہچکچاہٹ کے ساتھ بولیں۔

"وہ تمہارے لیے حمزہ کا رشتہ لائی تھی۔" وہ اس سے نظریں چرائے بڑی آہستگی سے بات کر رہی تھیں اور وہ اس بات پر بری طرح چڑ گئی تھی۔

"جب ایک مرتبہ ان کو منع کر دیا تھا تو دوبارہ آنے کی کیا تک بنتی ہے۔ آخر ان لوگوں کی سمجھ میں ایک دفعہ ہی یہ بات کیوں نہیں آتی کہ مجھے حمزہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ بڑے برہم انداز میں بات کر رہی تھی۔

"لیکن بیٹا آخر اس رشتے میں برائی ہی کیا ہے۔" وہ امی کی بات پر حیرت سے منہ پھاڑے ان کو دیکھ رہی تھی۔ پانچ سال پہلے جب اس نے حمزہ کے پروپوزل پر انکار کیا تھا تو امی نے اس کے انکار کی مکمل حمایت کی تھی اور آج وہ اسے اسی رشتے کی خوبیاں گنوانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"امی آپ کو پتا تو ہے کہ میں کس وجہ سے منع کر رہی ہوں۔" وہ کچھ خفگی بھرے انداز میں بولی تو وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بڑے نڈھال انداز میں بولیں۔

"مجھے پتا ہے میری جان۔ لیکن تم مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ میرے اوپر تین جوان بیٹیوں کی شادی کی ذمہ داری ہے۔ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ مجھے بیٹیاں بیاہنی ہی نہیں ہیں۔ پتا نہیں کون سے کوہ قاف کے شہزادے آئیں گے جن کے ساتھ میں تم لوگوں کی شادیاں کروں گی۔" وہ اپنی دوست نما بیٹی کے سامنے اپنے دل کی ہر بات کہہ لیا کرتی تھیں۔ کچھ یہی حال اس کا بھی تھا وہ اپنی ہر بات امی کے ساتھ شیئر کرتی تھی وہ دونوں ماں بیٹی سے زیادہ دوستیں تھیں۔

"آپ لوگوں کی پرواہ کرنی چھوڑ دیں۔ لوگوں کا تو کام ہی باتیں بنانا ہوتا ہے۔" وہ دودھ کا گلاس میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

"[illegible] ایک بار سوچو تو سہی حمزہ اتنا برا بھی نہیں ہے۔ اتنے بڑے کاروبار کا تنہا وارث۔ جہیز سب شادی شدہ' دولت کی ریل پیل تم عیش کرو گی۔" امی کی اس بات پر وہ سلگنے کی کیفیت میں بیٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے تعلیم کی بہت اہمیت ہے میں مانتی ہوں کہ وہ تمہاری طرح زیادہ پڑھا ہوا نہیں ہے مگر اس کی باقی خوبیوں کو بھی تو Consider کرو۔ شکل و صورت میں وہ اچھا ہے اوپر سے روپیہ پیسہ بھی خدا نے خوب دے رکھا ہے۔ پیسہ ہر عیب چھپا لیتا ہے۔" وہ اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں اور وہ بری طرح چڑ گئی تھی۔

"ہوتی ہو گی پیسے کی بہت اہمیت۔ مگر میرے نزدیک پیسے سے زیادہ کچھ اور چیزیں اہمیت رکھتی ہیں۔ میں کسی ایسے شخص سے شادی نہیں کر سکتی جس کا معیار اور پسند انڈین فلموں تک محدود ہو اور جو لوگوں کے سامنے خود کو پڑھا لکھا ثابت کرنے کے لیے غلط سلط انگلش بولتا ہو اور جس کے زیر مطالعہ فلمی میگزین یا اسپورٹس سے متعلق رسائل رہتے ہوں۔ آئم سوری ایسے شخص کو بطور شوہر میں کبھی بھی قبول نہیں کر سکتی۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولی تو امی ایک دم چپ سی ہو گئیں۔ کچھ دیر تک بڑے غور سے اسے دیکھتی رہیں اور پھر بستر سے اترتے ہوئے بولیں۔

"تم اور اچھی طرح غور کر لو۔ میں نے ابھی اسے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔" پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی وہ کمرے سے نکل گئی تھیں۔ وہ امی کے اصرار پر سخت کوفت محسوس کر رہی تھی۔ اس نے تو کبھی کسی ایسے ویسے کو اپنا دوست تک نہیں بنایا تھا۔ وہ فرینڈز کا انتخاب کرنے تک میں اتنی چوزی تھی اس کی تمام دوستیں تعلیم یافتہ اور کلچرڈ تھیں۔ تو پھر جس کے ساتھ اسے زندگی گزارنی تھی وہ کوئی ایسا ویسا کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ کوئی امیچور اور کم عمر لڑکی نہ تھی مگر اپنے

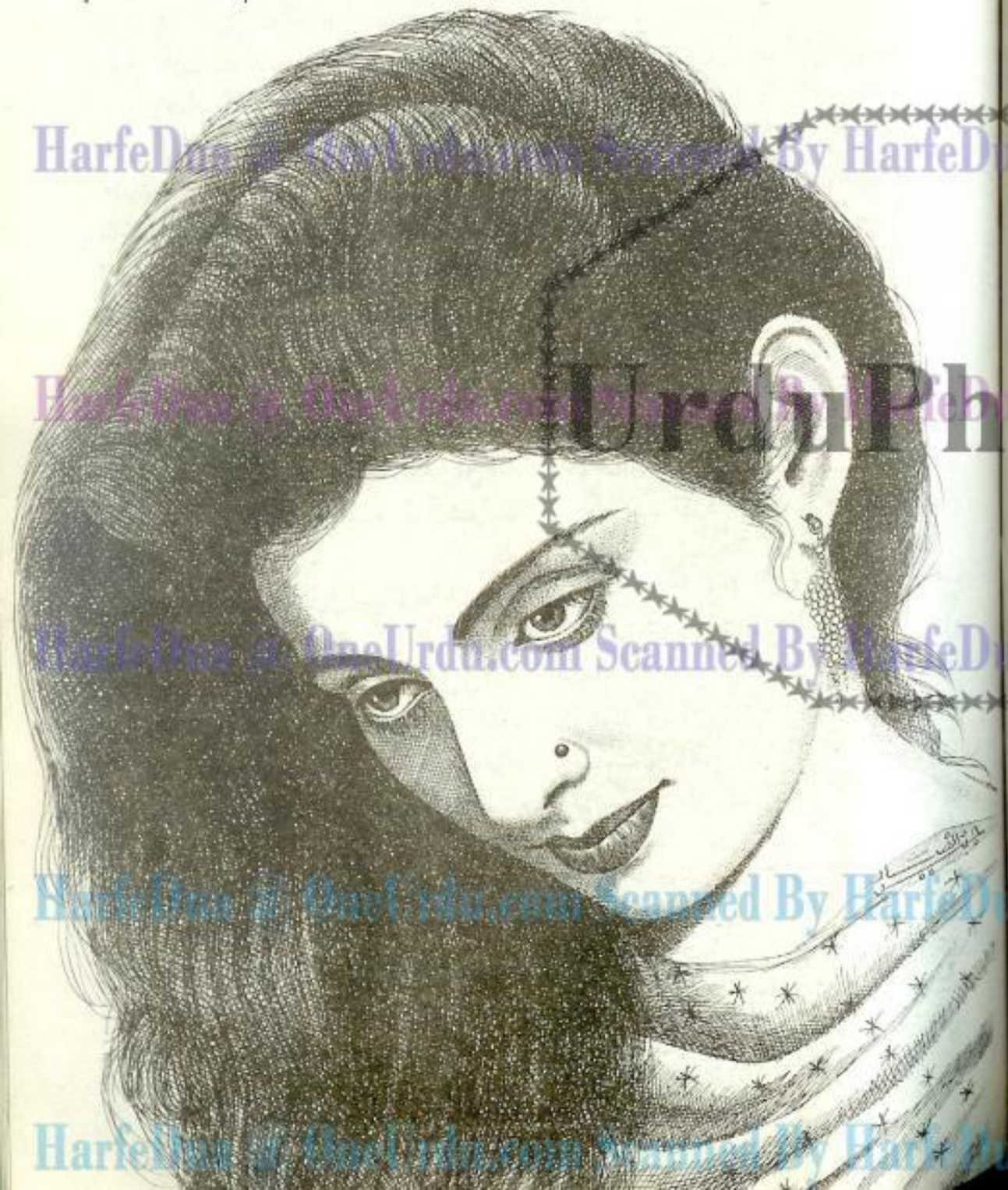

UrduPhoto.com

HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com HarfeDua @ OneUrdu.com

خوابوں سے دستبرداری اسے کسی طور گوارا نہ تھی۔ اس کا دل چاہتا کہ وہ جس کے ساتھ اسے اپنی زندگی گزارنی ہو گی ہر معاملے میں اس سے برتر ہو۔ اس سے زیادہ تعلیم یافتہ اس سے زیادہ ذہین اور اس سے زیادہ Competent چاہے اس شخص کے پاس دولت کا ڈھیر نہ ہو مگر قابلیت اور ذہانت ضرور ہو۔ وہ پیسے کی اہمیت سے انکاری نہیں تھی۔ مگر اس کے نزدیک جائز طریقے سے کمایا ہوا اتنا پیسہ ہو کہ آپ کی زندگی سکون سے گزر جائے کافی تھا۔ اسے قیمتی گاڑیوں اور اونچے اونچے محلات کا کوئی شوق نہ تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا شوہر دنیا جہان کے تمام علوم میں مہارت رکھتا ہو۔ اس کی معلومات اپ ٹو ڈیٹ اور reliable ہوں۔ وہ ایسا ہو کہ طوبیٰ اس پر فخر کر سکے اس کے آگے وہ خود کو بہت کم علم محسوس کرے۔

اور حمزہ زبیر میں ان میں سے کوئی بھی خوبی نہ تھی۔ وہ طوبیٰ کا سگا ماموں زاد تھا اور پانچ سال پہلے جب وہ M.B.A کر رہی تھی اس وقت اسے پروپوز کر چکا تھا۔ دولت کی ریل پیل اور ماں باپ کے بے جا لاڈ پیار نے اسے بی کام سے آگے پڑھنے نہ دیا تھا۔ وہ طوبیٰ ہی کا ہم عمر تھا۔ بچپن ہی سے وہ دونوں ایک ساتھ پڑھتے آئے تھے۔

انٹر کے بعد طوبیٰ نے آئی بی اے میں داخلہ لے لیا تھا۔ وہ شروع ہی سے بہت ذہین تھی۔ ہر کلاس میں پوزیشن لیتی آئی تھی۔ جس وقت اس کا بی اے مکمل ہوا اس وقت کہیں جا کر اللہ اللہ کر کے حمزہ نے انٹر کلیر کیا تھا۔ اس نے حمزہ کو ایک کزن سے زیادہ اہمیت کبھی بھی نہیں دی تھی۔ مگر وہ پتا نہیں اس سے کس کس قسم کی توقعات وابستہ کر چکا تھا۔ پہلی مرتبہ نادیہ کی شادی کے فنکشنز میں اس نے حمزہ کے بدلے ہوئے انداز کو محسوس کیا تو اسے خوشی کے بجائے نہایت کوفت کا احساس ہوا۔ وہ خوابوں کی دنیا میں رہتی تھی اور اس کے خوابوں میں حمزہ جیسے شخص کا کہیں گزر نہ تھا۔ وہ انڈین فلموں کا رسیا تھا۔ انڈین فلم ایکٹرز اس کے فیورٹ تھے۔ فلموں کے علاوہ اس کی واحد دلچسپی کرکٹ کھیلنے اور دیکھنے میں تھی۔

شروع شروع میں اس نے حمزہ کو اگنور کیا مگر وہ بڑی ثابت قدمی سے اپنے محاذ پر ڈٹا رہا تو ناچار اسے بھی اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کرنی پڑی۔ اسے شاید اپنی پرسنیلٹی اور دولت پر بہت مان تھا اور اس لیے براہ راست طوبیٰ کے سامنے اپنی پسندیدگی ظاہر کی تو وہ تمام تر مروت اور اخلاقیات بالائے طاق رکھ کر اسے آئینہ دکھا گئی۔

"سوری حمزہ۔ میں ایک آئیڈیالسٹ ہوں اور میرے تصورات اور خوابوں میں تمہارے جیسے شخص کا کہیں گزر نہیں ہے۔" اپنے خیال سے وہ اس مصیبت سے پیچھا چھڑا چکی تھی مگر اگلے ہی روز عارفہ ممانی اپنے اکلوتے بیٹے کا رشتہ لے کر بڑے یقین سے اس طرح آئیں جیسے انکار کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

وہ تو خیر اس رشتے کی مخالف تھی ہی مگر امی نے بھی اس وقت اس کی مکمل حمایت کی تھی۔ انہیں اپنی اتنی قابل اور ذہین بیٹی کے لیے کوئی اس کے شایان شان پڑھا لکھا اور قابل شخص ہی درکار تھا۔ عارفہ ممانی نے ان لوگوں کے انکار کا بہت برا منایا تھا اور ان لوگوں کی فیملی سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لیے تھے۔

ان کی ناراضگی کی امی نے کچھ خاص پروا بھی نہیں کی تھی۔ انہیں رشتے داریوں سے زیادہ اپنی بیٹی کی خوشیاں عزیز تھیں۔ وہ اپنے ماں باپ کی سب سے بڑی اولاد تھی۔ اس سے چھوٹی دو بہنیں تھیں اور ان سب سے چھوٹا بھائی منیب تھا۔ اس کے ماں باپ تعلیم کے بہت حامی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تمام بہن بھائی اچھے اچھے اداروں میں زیر تعلیم تھے۔ اس کا ایم بی اے مکمل ہوا تو اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر اسے ایک اچھی اور well reputed فرم میں جاب مل گئی۔ اس سے چھوٹی سمیعہ میڈیکل میں تھی اور اس سے چھوٹی فریحہ انڈس ویلی اسکول آف آرٹ سے فائن آرٹس میں گریجویشن کر رہی تھی جبکہ منیب ابھی اولیول کا اسٹوڈنٹ تھا۔

وقتی طور پر حمزہ کے پروپوزل کا ایشو دب گیا تھا اور امی نے بھی اس سے دوبارہ اس سلسلے میں کوئی بات نہ کی تھی۔ وہ امی کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتی تھی اسے ان کی فکر اور پریشانی کا بھی احساس تھا مگر اس کے لیے خود کو تبدیل کرنا کار دشوار تھا۔ وہ صرف اسی شخص کے سامنے سرنڈر کر سکتی تھی جسے اس کا دل اور دماغ پوری آمادگی کے ساتھ قبول کریں۔ یہ عجیب اتفاق تھا اس کے لیے آنے والے تمام پروپوزلز میں یا تو بندہ اس کے ہم پلہ قابلیت کا حامل نہ ہوتا اور یہ لوگ انکار کر دیتے اور اگر تعلیم وغیرہ مناسب ہوتی تو یا تو ان لوگوں کو وہ پسند نہ آتی یا پھر کوئی اور ایسی بات ہو جاتی کہ بات وہیں ختم ہو جاتی۔ امی کو اس کی شادی کی بہت فکر تھی۔ وہ ستائیس سال کی ہو گئی تھی اور اب تو سمیعہ کی پڑھائی بھی ختم ہونے والی تھی۔ انہیں بیٹیوں کی شادی کی بہت فکر تھی۔ ابو البتہ امی کو تسلی دیا کرتے کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب وقت آئے گا تو ان کی بیٹیوں کی شادیاں بھی انشاء اللہ ہو جائیں گی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ آفس سے واپس آئی تو لاؤنج سے آتی آوازوں سے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ کوئی مہمان آیا ہوا ہے۔ سمیعہ، فریحہ اور منیب کے پرجوش انداز گفتگو سے ظاہر ہو رہا تھا کہ مہمان کوئی پسندیدہ ترین شخصیت ہے۔ لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو منیب کے برابر میں صہیب بیٹھا نظر آیا اسے آتا دیکھ کر ان لوگوں نے اپنی گفتگو کو بریک لگا دیئے تھے۔ صہیب نے سلام کرنے میں پہل کر دی تو وہ جواب دے کر وہیں صوفے پر بیٹھ گئی اور اس کی خیریت دریافت کرنے لگی۔

"کیسے ہیں آپ، اور گھر میں باقی سب لوگ کیسے ہیں؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں اور گھر میں بھی سب خیریت ہے۔ تم سناؤ کیا کر رہی ہو؟ سنا ہے لوگوں نے ایم بی اے کر لیا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ اتنی پرانی خبر آپ کو اب پتا چلی ہے۔"

"نہیں پتا تو جب ہی چل گئی تھی۔ ملاقات اس کے بعد آج ہو رہی ہے۔" وہ اس کی طرف بغور دیکھتا ہوا بولا۔ اسی وقت امی بھی وہاں آ کر بیٹھ گئیں تو گفتگو کا موضوع تبدیل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ ایکسکیوز کرتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔ کپڑے بدل کر نیچے آئی تو امی اور سمیعہ کی کچن سے آتی ہوئی آوازیں سن کر وہ بھی وہیں آ گئی۔ صہیب کی آمد کی وجہ سے ڈنر پر معمول سے زیادہ اہتمام ہو رہا تھا۔ ابو، صہیب، منیب اور فریحہ لاؤنج ہی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کام میں ان لوگوں کی مدد کروانے لگی تو امی نے اسے ٹوکا۔

"ابھی تھکی ہوئی آئی ہو جاؤ جا کر بیٹھو۔ سب ہو جائے گا۔" وہ ان کی فکرمندی پر مسکرا دی اور بدستور کام میں لگی رہی۔

"صہیب کا کراچی کیسے آنا ہوا؟" وہ مرغی پر مسالا لگاتے ہوئے امی سے پوچھنے لگی۔

"اس کے کسی دوست کی شادی تھی اسی میں شرکت کے لئے کل ہی آیا تھا اور شاید کل واپس بھی چلا جائے۔ کہہ رہا تھا کہ ممی کی سخت ترین تاکید تھی کہ خالہ اور ماموؤں کے گھر لازمی جانا ہے۔ طلحہ بھائی اور وقار کے ہاں سے ہوتا ہوا اب ہمارے گھر آیا ہے۔" امی نے اسے تفصیلی جواب دیا تو وہ گردن ہلا کر دوبارہ سے کام میں مصروف ہو گئی۔ کھانے کے دوران ابو، صہیب سے اس کی جاب وغیرہ کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ امی بھی وقتاً فوقتاً گفتگو میں حصہ لیتی رہیں۔ وہ اپنی عادت کے مطابق خاموشی سے کھانا کھا رہی تھی۔ کھانے کے بعد فریحہ نے سب کے لئے کافی بنائی تھی۔ کافی پینے کے دوران ہی صہیب نے شہلا خالہ کے ان لوگوں کے لئے بھجوائے گئے گفٹس امی کے حوالے کئے۔ امی اور شہلا خالہ میں بڑا پیار تھا۔ امی بتاتی تھیں کہ شادی سے پہلے وہ دونوں بہنیں کبھی ایک دوسرے کے بغیر رہنے کا تصور تک نہیں کر سکتی تھیں۔ پھر جب شادی کے بعد خالہ کو امی سے دور جانا پڑا تو وہ بہت ہی روئی تھیں۔ توقیر انکل

UrduPhoto.com

HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com HarfeDua @ OneUrdu.com

HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com

F.A.O میں بڑے اچھے عہدے پر فائز تھے۔ شادی ہونے کے ساتھ ہی وہ خالہ کو اپنے ساتھ ہی اٹلی لے گئے تھے۔ پھر کبھی سال دو سال میں خالہ روم سے آتیں تو دونوں بہنیں مل بیٹھتیں۔ خالہ کے تینوں بچے وہیں روم میں پیدا ہوئے تھے۔ بعد میں انہوں نے پڑھنے کے لئے بلال اور صہیب کو لندن بھجوا دیا تھا جبکہ جویریہ ان کے پاس روم ہی میں رہتی تھی۔ جویریہ کے بڑے ہوتے ہی خالہ کو پاکستان واپس آنے کی دھن سوار ہوگئی۔ وہ یورپی کلچر سے سخت خائف تھیں۔ بیٹوں کی تو انہیں کوئی پرواہ نہ تھی مگر اپنی بیٹی کو مغربی انداز اختیار کرنے سے بچانے کی خاطر وہ واپس پاکستان چلی آئیں۔ توفیر انکل نے F.A.O کی جاب چھوڑ دی اور اسلام آباد میں اپنا ذاتی بزنس شروع کر دیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد بلال نے انکل کے کاروبار میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا جبکہ صہیب نے اپنے لئے سول سروس کا انتخاب کیا۔ وہ لندن سے ماسٹرز کر کے آیا تھا۔ پاکستان آ کر سی ایس ایس کے امتحان میں شریک ہوا اور اس میں کامیابی کے نتیجے میں آج کل کسٹم میں ملازمت کر رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

صبح وہ حسب معمول فجر کی نماز کے بعد لان میں واک کر رہی تھی۔ لان کی طرف آتے صہیب کو دیکھ کر وہ رک گئی اور چہرے پر خیر مقدمی مسکراہٹ سجاتے ہوئے اسے سلام کیا۔

"کھڑکی سے تمہیں واک کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے سوچا کہ چلو تمہارے ساتھ میں بھی موسم انجوائے کروں۔" وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہوا بولا۔

"میں نے تو سنا ہے کہ کراچی والوں کی صبح بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی۔ تم کیسی کراچی والی ہو۔" وہ شرارتی انداز میں بولا تو وہ ہنس پڑی۔ وہ اس کے ساتھ قدم سے قدم ملائے واک کرتا ہوا بولا۔

"تم بہت کم بولتی ہو۔ جب سے میں آیا ہوں تم نے شاید گنتی کے چار پانچ جملے ہی بولے ہوں گے۔ باقی وقت ہنستے مسکرانے سے کام چلایا ہے۔ میرا خیال ہے تم میری زندگی کی پہلی لڑکی ہو جو اتنا کم بولتی ہے۔"

"الفاظ کی دولت ضائع کرنے کے لیے نہیں ہوتی۔" وہ جواب میں بڑی سنجیدگی سے بولی تھی اور وہ بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

"Very well said" وہ اس کی بات کو خوب انجوائے کر رہا تھا اور وہ خود بھی مسکرانے لگی تھی۔

"I agree with you" (میں تم سے متفق ہوں) لیکن کبھی کبھی لفظوں کا استعمال کر لینے میں کچھ حرج بھی نہیں ہے۔ آفٹر آل ہمارے لفظ تو ہمارے اپنے ہیں جن پر نہ کوئی ٹیکس لگتا ہے نہ ڈیوٹی۔" وہ اس کی طرف بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں پر میں کیا کروں۔ it I can't help حالانکہ میری کتنی ہی فرینڈز میری اس عادت کے سبب مجھے گھنی کہہ کر مخاطب کرتی ہیں۔" وہ بڑے آرام سے اپنی خامی کا اعتراف کر رہی تھی۔

"خیر اب اس بات پر اتنا شرمندہ ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان ٹیکٹ مجھے تمہاری یہ عادت اچھی ہی لگی ہے۔" وہ اسے ٹوکتے ہوئے بولا۔ کچھ دیر تک دونوں خاموشی سے واک کرتے رہے۔

"ہم لوگ کتنے سالوں بعد ملے ہیں۔ لاسٹ ٹائم جب ہم ملے تھے تو اس وقت تم بی بی اے کر رہی تھیں۔" وہ اس کی بات پر حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کو اتنی پرانی بات یاد ہے۔"

"کیوں بھئی مجھے کیوں نہیں یاد ہوگا بلکہ اس وقت تو میں تم سے سخت امپریس ہو کر گیا تھا۔ اردگرد سے بے نیاز موٹی موٹی اکنامکس کی کتابیں اپنے گرد پھیلائے تم اتنے آرام سے بیٹھی تھیں جیسے کوئی بہت ہی من پسند کام کر رہی ہو۔ لڑکیوں کا ان سبجیکٹ کی طرف انٹرسٹ بہت ہی کم ہوتا ہے۔ میں نے اسی وقت تمہارے اندر چھپے ٹیلنٹ کو پہچان لیا تھا۔ مجھے پتا تھا یہ لڑکی بہت آگے جائے گی۔ آئی ریئلی ایپری شیٹ یو۔ لڑکیوں کو اسی طرح اپنا کیریئر بنانا چاہئے۔" وہ بڑی سنجیدگی سے اس کی تعریف کر رہا تھا اور وہ اپنی تعریف پر

ایک دم جھینپ سی گئی تھی۔

"آپ نے میری کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تعریف کر دی ہے۔ ایسی بھی میں ایکسٹرا اورڈنری نہیں ہوں۔" وہ شرمندگی سے بولی تھی اور وہ اس کے چہرے پر موجود شرمندگی بھرے تاثرات کو دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔ کچھ دیر اور یونہی واک کر کے وہ اندر آ گئے تھے۔ صہیب تو لاؤنج میں بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگا تھا جبکہ وہ کچن میں ناشتے کی تیاری کرنے لگی تھی۔

ناشتے کی میز پر وہ، امی، ابو اور صہیب ہی موجود تھے کہ صہیب اور فریحہ دونوں ہی صبح جلدی اٹھنے کی چور تھیں۔ نجیب بھی اسکول کی چھٹیوں کے سبب دیر سے سو کر اٹھتا تھا۔ صہیب اور ابو کے درمیان روپے کی گرتی ہوئی قیمت پر جو گفتگو شروع ہوئی تو اچھی خاصی مباحثہ کی شکل اختیار کر گئی۔ پاکستان کی اکنامی ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف تک بات کا دائرہ پھیل گیا۔ دونوں کا نکتہ نظر ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ وہ ناشتہ بھول بھالا کر غور سے ان لوگوں کی بحث سن رہی تھی۔ صہیب کی معلومات قابل رشک تھیں۔ وہ اتنے مدلل انداز میں باقاعدہ اعداد و شمار اور مختلف حوالے دیتا ہوا بحث میں مگن تھا۔ وہ شاید اس کی دلچسپی بھانپ گیا تھا اس لئے ایک دم بولا۔

"کچھ تم بھی تو کہو۔ تمہارا کیا پوائنٹ آف ویو ہے۔"

"میں کچھ کہنے سے پہلے آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ اتنی اپ ٹو ڈیٹ اور ایکوریٹ انفارمیشنز آپ نے حاصل کہاں سے کی ہیں؟" وہ بڑے رشک سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی بات پر مسکرا دیا تھا۔

"پلیز آپ مجھے اپنا سورس آف انفارمیشن بتائیں۔" وہ بڑے اصرار سے پوچھ رہی تھی۔

"بھئی تم لوگوں کی اس بحث و تکرار میں ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" صہیب کے جواب دینے سے پہلے امی نے ان لوگوں کو ٹوکا تو سب ہی دوبارہ سے ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

ناشتے کے بعد وہ اپنے کمرے میں تیار ہونے چلی گئی۔ تیار ہو کر نیچے آئی تو ابو آفس جا چکے تھے۔ امی اور صہیب لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"آپ تو ابھی ہیں نا!" وہ رک کر اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں بھئی بس تھوڑی دیر میں میری بھی روانگی ہے۔" وہ جواب میں بولا تو طوبیٰ نے اسے خدا حافظ کہا اور پورچ کی طرف بڑھ گئی۔

رات میں فریحہ نے اسے صہیب کے ٹیلی فون کی اطلاع دی تو وہ حیران رہ گئی۔ صبح ہی تو وہ یہاں سے گیا تھا۔ اتنی جلدی فون کرنا اور پھر خاص طور پر اس سے بات کرنا۔ اس نے سوچتے ہوئے کارڈلیس ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے سلام کا جواب دینے کے بعد وہ بولا۔

"اصل میں، میں نے فون اس لئے کیا تھا کہ صبح تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکا تھا۔" وہ اس کے سنجیدہ لہجے میں کی گئی اس بات پر ہنس پڑی تھی۔

"ویسے کل تک تمہارے بارے میں میں یہ سوچ رہا تھا کہ آخر تم اتنی کم گو کیوں ہو اور وہ کون سے موضوعات ہیں جن پر بات کرنا تم پسند کرتی ہو۔ آج ناشتے کی میز پر پتا چلا کہ تمہارے فیوریٹ ٹاپکس کون کون سے ہیں اور میں سچ کہہ رہا ہوں کہ I'm highly impressed تم واقعی جینئس ہو۔ شکر ہے امی کے کہنے پر میں سب رشتے داروں کے گھر چلا گیا اور تم لوگوں سے بھی مل لیا ورنہ مجھے ساری زندگی افسوس رہتا کہ اتنی انٹیلی جینٹ لڑکی سے میں کیوں نہیں مل سکا۔" وہ اس کی تعریفوں پر مسکرا دی تھی۔ پھر کتنی ہی دیر تک وہ اپنی صبح ناشتے کی میز پر کی جانے والی باتوں کا پس منظر وغیرہ بتاتا رہا۔ اس سے باتیں کرنے میں طوبیٰ کو بھی بہت مزہ آیا تھا۔ باوجود کزنز ہونے کے ان لوگوں کے درمیان کسی بھی قسم کی بے تکلفی نہیں تھی اوپر سے الگ الگ شہروں میں رہنے کی وجہ سے مزید دوریاں اور تکلفات پیدا ہو گئے تھے۔ اب اس کا بطور خاص اسے فون کرنا اور اسے غیر معمولی اہمیت دینا طوبیٰ کو بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔

HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com

اس نے بڑی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی گزاری تھی۔ کالج اور یونیورسٹی میں اس کے کلاس فیلوز اور اب آفس میں اس کے کولیگز سب ہی اس کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اس کے محتاط انداز کو دیکھتے ہوئے کبھی کسی کی ہمت نہ ہوئی تھی کہ کوئی ایسی ویسی بات اس سے کرلیتا۔ اس نے کبھی خود کو مردوں کے لئے تفریح کا ذریعہ نہیں بننے دیا تھا۔ مگر اپنے تمام تر محتاط انداز کے باوجود وہ آخر تھی تو ایک لڑکی۔ نازک جذبوں اور احساسات سے گندھی سو صہیب کا غیر معمولی رویہ اسے خوش کرگیا تھا۔ اس جیسا شاندار شخص اگر طوبیٰ کا طلب گار ہوتا تو وہ کبھی انکار نہ کرتی۔ اس میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو طوبیٰ چاہتی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

امی کا کسی بات پر بہت بری طرح موڈ آف ہے یہ بات تو اس نے آفس سے آتے ہی محسوس کرلی تھی مگر رات گئے تک اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تو سمیعہ کے کمرے میں آگئی اور اس بارے میں اس سے دریافت کیا۔

"شہلا خالہ نے صہیب بھائی کی بات رحمہ سے طے کردی ہے۔ اگلے ہفتے وہ لوگ باقاعدگی سے انگیجمنٹ کی رسم ادا کرنے اسلام آباد سے آرہے ہیں۔" وہ بڑے ناراض لہجے میں بولی۔ اس کی بات سن کر ایک لمحے کے لئے طوبیٰ کو عجیب سا احساس ہوا مگر اگلے ہی پل وہ خود کو نارمل کرچکی تھی۔

"ٹھیک ہے زندگی میں بہت سی چیزیں ہمیں نہیں بھی ملتیں۔" اس نے خود کو سمجھایا۔ مین ایجرز کی طرح ری ایکٹ کرنے کا تو وہ تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ مگر پھر بھی دل ایک دم بہت اداس ہوگیا تھا۔

"تو اس میں موڈ خراب ہونے والی کیا بات ہے؟" وہ سمیعہ کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"امی نے تو یوں منہ پھلا رکھا ہے جیسے پتا نہیں کیا بات ہوگئی؟"

"موڈ خراب ہونے والی بات یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ہمیں شہلا خالہ یا مامی کے ذریعے پتا نہیں چلی ہیں۔ آج نشاط مامی آئی تھیں انہوں نے یہ سب بتایا۔ سنا ہے بڑی جلدی جلدی اور خفیہ طریقے سے رشتہ طے کیا گیا ہے۔ بڑا امی میری آپا' میری آپا کرتی تھیں۔ آپا نے چھوٹی بہن کو شریک راز کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ جیسے ہم تو جل جائیں گے۔" وہ منہ پھلا کر بڑے غصے سے بولی۔

"اور ان صہیب بھائی کو بھی دیکھو۔ میں سمجھتی تھی کہ یہ بڑے معقول اور سمجھ دار آدمی ہیں۔ شادی کرنے کے لئے انہیں رحمہ سے بہتر کوئی لڑکی نظر نہیں آئی۔ ہے کیا اس میں سوائے اچھی شکل کے۔ بمشکل تو اس نے اے لیول کلیئر کیا ہے۔ ہر وقت تو اپنی اسکن اور بالوں کے غم میں مبتلا رہتی ہے۔ اس روز مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ "سمیعہ باجی! آپ سن بلاک کون سا استعمال کرتی ہیں۔ دھوپ میں پھر پھر کر تو آپ کا کمپلیکشن بالکل تباہ ہوگیا ہے۔ میں تو اپنی اسکن اور اپنے کمپلیکشن کی کبھی بھی قربانی نہیں دے سکتی۔ چاہے اس کے لئے مجھے پڑھائی ہی کیوں نہ چھوڑنی پڑے۔" سمیعہ نے رحمہ کے لہجے کی نقل اتاری تو وہ بے اختیار ہنس پڑی تھی۔

"بری بات ہے سمیعہ! اس طرح نہیں کہتے۔" اپنی ہنسی روکتے ہوئے اس نے سمیعہ کو ٹوکا تو وہ اسی دل جلے انداز میں بولی۔

"مجھے تو صہیب بھائی کی چوائس پر افسوس ہورہا ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ جتنے وہ خود ذہین ہیں شادی کے لئے کسی اتنی ہی ذہین لڑکی کا انتخاب کریں گے۔ مگر انہیں پسند آئی ہیں وہ رحمہ بیگم جن کی گفتگو فیشل' پارلرز' کاسمیٹکس' جیولری' کپڑوں اور جوتوں سے شروع ہوکر انہی پر ختم بھی ہوجاتی ہے۔"

"ٹھیک ہے وہ اپنی زندگی کا جو بھی فیصلہ کریں ہم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ ان کی مرضی وہ جس سے چاہے شادی کریں۔ اس بات پر بولنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔" وہ دو ٹوک انداز میں کہتی ہوئی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

صہیب کی انگیجمنٹ کے فنکشن میں شرکت کے لئے وہ لوگ ماموں کے گھر جانے کے لئے گھر سے نکلے تو موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے امی نے بھی خود کو نارمل کرلیا۔ وہ دل ہی دل میں بہن سے سخت ناراض تھیں۔ مگر اس موقع پر اپنی ناراضی یا شکایت کا اظہار کرکے بدمزگی پیدا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ شہلا خالہ نے دو روز پہلے فون پر امی کو صہیب کی منگنی کا بتایا تھا۔ وہ بھی بڑے سرسری اور روکھے انداز میں۔ وہ لوگ آج صبح ہی اسلام آباد سے کراچی آئے تھے اور شہلا خالہ نے ان لوگوں کے گھر ٹھہرنے کے بجائے عارفہ ممانی کے ہاں قیام کرنا پسند کیا تھا۔ انہوں نے کبھی بھی صہیب کے حوالے سے کوئی بات نہیں سوچی تھی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ توقیر بھائی صہیب کی شادی لازماً" اپنے خاندان میں کریں گے۔ اس سوچ کی وجہ یہ تھی کہ بلال نے اپنی پسند کی شادی کرلی تھی اور جویریہ کا رشتہ انہیں (امی) لوگوں کے خاندان میں طے ہوچکا تھا۔ اب صرف صہیب ہی بچتا تھا اور اپنے بھوئی کی عادات کے پیش نظر ان کا خیال تھا کہ وہ صہیب کی شادی اپنے ہی خاندان میں کریں گے۔ اسی لئے باوجود اس کے کہ وہ انہیں بہت پسند تھا انہوں نے کبھی اسے طوبیٰ کے حوالے سے نہ دیکھا تھا۔ مگر اب اپنی بہن کا رویہ ان کا دل دکھا گیا تھا۔ کیا ان کی طوبیٰ اس قابل نہ تھی کہ وہ اسے صہیب کے لئے پسند کرتیں۔ آخر رحمہ میں ایسی کیا خوبی تھی جو اسے ان کی پیاری بیٹی پر ترجیح دینے پر مجبور کرگئی تھی۔ یہی صدمہ کم نہ تھا مزید سگی بہن کا سرد مہر اور روکھا انداز ان کا دل پارہ پارہ کررہا تھا۔ طوبیٰ اس موقع پر بالکل نارمل تھی۔ اس کی نہ تو صہیب سے کوئی کمٹمنٹ تھی نہ بہت گہری دوستی۔ ٹھیک ہے وہ اسے اچھا لگا تھا اور اب اگر اس نے شادی کے لئے کسی اور کا انتخاب کرلیا تھا تو وہ کس خوشی میں اعتراض کرتی۔

وہ لوگ طلحہ ماموں کے ہاں پہنچے تو پورا گھر جگ مگ کررہا تھا۔ ماموں نے اکلوتی بیٹی کی منگنی کے موقع پر خوب دل کھول کر پیسہ خرچ کیا تھا۔ تمام انتظامات نہایت شاندار تھے۔ سب لوگوں سے دعا سلام کرتی وہ شہلا خالہ کے پاس آئی اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے بڑی تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لے کر بڑے عام سے انداز میں سلام کا جواب دیا اور دوبارہ اپنے ساتھ کھڑی خاتون سے باتیں شروع کردیں۔ وہ ان کے رویے پر ایک دم اپنی انسلٹ محسوس کرتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئی اور اپنی کزنز کے پاس جاکر بیٹھ گئی۔ امی سے بھی وہ بڑے اوپری انداز میں ملیں۔ وہ دور سے بیٹھی ان کا انداز نوٹ کررہی تھی۔ امی بہن کے سرد سپاٹ انداز پر بجھ سی گئی تھیں۔

وہ اپنے اردگرد منڈلاتے حمزہ سے سخت بیزار اور کوفت زدہ بیٹھی تھی۔ وہ بہانے بہانے سے کئی بار اس کے پاس آیا تھا اور اس کی یہ چیپ اور تھرڈ کلاس حرکتیں وہ بڑی مشکلوں سے برداشت کررہی تھی۔ پتا نہیں وہ کس ڈھیٹ مٹی سے بنا تھا جو اس کے بیزار انداز پر بھی پیچھے نہ ہٹتا تھا۔

صہیب بڑی سنجیدگی کے ساتھ اسٹیج پر رحمہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ کوئی تنگ دل اور حاسد لڑکی نہ تھی مگر اس پل صہیب کے برابر بیٹھی رحمہ کو دیکھ کر اسے ایک دم اس سے ڈھیر ساری چیلسی فیل ہوئی۔ اگر اسے رحمہ ہی سے شادی کرنی تھی تو وہ سب کیا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں کی پسندیدگی اور سراہنا کیا سب جھوٹ تھا؟

فنکشن کے بعد گانوں وغیرہ کا پروگرام تھا۔ ماموں نے ان لوگوں سے رکنے کے لئے کہا تو امی اور سمیعہ نے رکنے سے صاف انکار کردیا۔ امی غالباً" بہن کے بے مروت انداز پر بری طرح ہرٹ ہوگئی تھیں اور سمیعہ بھی منہ بنائے کھڑی تھی۔ اس نے سمیعہ کے گھورنے کی پرواہ کئے بغیر امی کو اپنے اور فریحہ کے رکنے کا بتایا تو امی نے گردن ہلا کر اجازت دے دی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"اور کوئی نہیں ملا وہ ستائیس سالہ طوبیٰ ہی رہ گئی تھی کیا میرے لائق فائق بیٹے کے لئے۔" کوریڈور سے گزرتے یہ الفاظ اسے ایک دم ٹھٹک کر رک

HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com

جانے پر مجبور کر چکے تھے۔ لان میں ابھی بھی محفل موسیقی عروج پر تھی۔ اسے رات کو دیر تک جاگنے کی عادت نہ تھی اسی لئے فریحہ کو اپنے سونے کا بتاتی اندر آگئی تھی۔ اندر سوائے ملازمین کے گھر کا کوئی فرد نہ تھا۔ سب ہی باہر گانوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

وہ اپنے سونے کے لئے مناسب ترین جگہ کی تلاش میں کوریڈور سے گزر رہی تھی جب اس نے شہلا خالہ کی آواز سنی تھی۔ وہ پتا نہیں کس سے مخاطب تھیں۔

"پتا نہیں صرف ایک ہی دن میں میرے بیٹے پر کیسا جادو کر دیا کہ وہ طوبیٰ کے علاوہ کسی لڑکی کا نام سننے کا بھی روادار نہیں۔ میں نے ہی انسسٹ کیا تھا کہ کراچی جا رہے ہو تو ماموں اور خالہ کے گھر بھی ضرور جانا۔ اگر پتا ہوتا میرے بیٹے پر اس طرح ڈورے ڈالے جائیں گے تو کبھی نہ کہتی۔" وہ سن سی کھڑی شہلا خالہ کے زہر میں بجھے الفاظ سن رہی تھی۔

"آپ کیوں فکر کر رہی ہیں آپا' میری رحمہ میں بہت گٹس ہیں وہ سب سنبھال لے گی۔ بہت اچھا کیا جو آپ نے تمام صورت حال سے مجھے بھی آگاہ کر دیا۔ یہ یونیورسٹی کی پڑھی آزاد خیال لڑکیاں اپنی تعلیم اور قابلیت کا رعب جھاڑ کر لڑکوں کو لبھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ ایسی لڑکیوں کو مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے تمام گر آتے ہیں۔" مامی نے بڑی نفرت اور حقارت سے اس کا ذکر کیا تھا۔

"کیا بتاؤں تمہیں کہ صہیب کو کتنی مشکلوں سے قابو کیا ہے۔ اس کی تو ایک ہی ضد تھی شادی کروں گا تو طوبیٰ سے ورنہ کسی سے بھی نہیں۔ کتنے دن تک اس لڑکی کی وجہ سے ہم ماں بیٹے میں بات چیت بند رہی۔ گھر میں عجیب سی ٹینشن کی فضا پیدا ہو گئی تھی۔ وہ تو کہو کہ اتفاق سے ان ہی دنوں میری طبیعت خراب ہو گئی اور اس بات کا ایڈوانٹیج اٹھاتے ہوئے میں نے صہیب سے اپنی بات منوائی۔ ابھی بھی وہ زیادہ خوش نہیں ہے مگر مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں۔ میرے اتنے ہینڈسم اور کوالیفائیڈ بیٹے کے لئے کیا وہ پکی عمر کی مردوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی لڑکی ہی رہ گئی تھی۔ بھئی سچی بات ہے مجھے بہو چاہئے تھی جو خوبصورت ہو' جس میں شرم و حیا ہو یہ جابز کرنے والی لڑکیوں میں تو عورت پن ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مردوں کے ساتھ سارا دن گزار کر ان کے تمام انداز مردانہ ہو جاتے ہیں۔ مجھے اپنے گھر کے لئے ایک اچھی' سلجھی ہوئی بہو چاہئے تھی۔ ایسی لڑکیاں کوئی گھر بساتی ہیں۔" شہلا خالہ کے الفاظ تھے یا کوئی خنجر جو اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا۔ شہلا خالہ اس کے لئے اس طرح کے الفاظ بھی بول سکتی ہیں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پچھلے سال اپنی کراچی آمد پر جب انہوں نے طوبیٰ کی جاب سے متعلق سنا تھا تو اسے کتنا سراہا تھا۔ اس کے علم اور قابلیت کی کتنی تعریفیں کی تھیں۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا وہ سن ہوتے اعصاب سمیت وہاں کھڑی تھی۔

"ارے میں آپ کو کیا بتاؤں آپا یہ آج کل کی پڑھی لکھی لڑکیاں تو گھر سے نوکری کرنے بھی صرف اسی لئے نکلتی ہیں کہ اپنے لئے مناسب ترین بندہ تلاش کیا جائے۔ غضب خدا کا بے حیائی کی انتہا ہے لڑکیاں خود اپنے بر تلاش کرتی پھر رہی ہیں۔ یہ طوبیٰ میڈم کے دماغ بھی بہت اونچے ہیں۔ عارفہ دوسری بار رشتہ لے کر گئیں اور محترمہ نے لفٹ بھی نہیں کروائی۔ انہیں تو کوئی بیوروکریٹ یا کوئی اور بہت بڑا آفیسر درکار تھا۔ کوئی ان سے یہ پوچھے کہ جس کے بیٹے میں اتنی خوبیاں ہوں گی کیا اس کے لئے لڑکیوں کی کوئی کمی ہوگی جو وہ کوئی بڑی عمر کی گھاٹ گھاٹ کا پانی پی ہوئی لڑکی کا انتخاب کرے گی۔ سارا دن مردوں کے ساتھ گزارتی ہیں پتا نہیں دن بھر میں کون کون کس کس نظر سے دیکھتا ہوگا۔"

مامی کا لہجہ حقارت آمیز تھا۔ وہ لوگ ابھی شاید کچھ اور بھی کہہ رہی تھیں مگر اس میں مزید کچھ سننے کی تاب نہ تھی۔ وہ بمشکل خود کو گھسیٹتی سامنے والے کمرے میں گھس گئی اور دروازہ لاک کر کے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ وہ اچانک آسمان سے زمین پر پٹخی گئی تھی اور یہ چوٹ اتنی اچانک اور شدید تھی کہ وہ برداشت نہیں

کر پا رہی تھی۔ اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں گرا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا آنسو منجمد ہو گئے ہیں۔ اتنی ذلت کا تو وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ بچپن سے ہی اسے اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے سراہا گیا تھا۔ گھر والے اس کی فرینڈز' ٹیچرز اور خاندان میں ہر کوئی اسے پسند کرتا تھا۔ وہ صرف تعلیم ہی میں نہیں بلکہ اپنے رکھ رکھاؤ اور اچھی عادات کی وجہ سے ہمیشہ ہی سب کی پسندیدہ رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا ذکر اتنے گھٹیا الفاظ میں بھی ہو سکتا ہے۔ وہ خود اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی۔ لوگ اس کے بارے میں ایسا سوچتے ہیں یہ تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ خود اپنی نظروں میں اپنا آپ ڈی گریڈ اور demean ہونا کیسا لگتا ہے یہ بات اس کی آج سمجھ میں آئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"یار! زندگی میں جو جو کچھ ہم چاہتے ہیں وہ سب ہمیں مل تو نہیں جاتا۔ زندگی نام ہی کمپرومائز کا ہے۔ میری امی تمہاری امی جتنی براڈ مائنڈڈ اور سپورٹنگ بھی نہیں ہیں۔ وہ تو بس جلد از جلد میری شادی کر دینا چاہتی ہیں۔ مجھ سے چھوٹی چار بہنیں اور بھی ہیں۔ انہیں ان کا بھی تو سوچنا ہے۔ یاد ہے ہم لوگ یونیورسٹی میں عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کے بارے میں کتنی لمبی لمبی تقریریں کیا کرتے تھے کہ اگر پچاس فیصد آبادی تعلیم سے بے بہرہ رہ گئی تو ہمارا ملک ترقی کیسے کرے گا۔ لڑکیوں کو پروفیشنلی فیلڈز کا انتخاب کرنا چاہئے۔ اپنا کیریئر بنانا چاہئے وغیرہ۔ اب جب میری شادی ایک معمولی بی اے پاس سے ہو رہی ہے تو اپنی تقریروں پر خود ہی ہنسی آ رہی ہے۔ کیا حرج تھا اگر میں انٹر کے بعد پڑھائی کو خیرباد کہہ دیتی اور کسی نیم پڑھے لکھے سے شادی کر کے اسی جیسے کچھ اور نیم پڑھے لکھے بچوں کی اماں بن جاتی۔ تعلیم آگہی دیتی ہے۔ اپنا حق پہچاننا اور اچھے برے کی تمیز سکھاتی ہے اور یہ شعور اور آگہی تو نرا عذاب ہی ہے۔ کم از کم جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں وہاں لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم نہیں حاصل کرنی چاہئے۔"

اپنی یونیورسٹی کی سب سے عزیز دوست صبا کے کہے یہ الفاظ جو اس نے اپنی شادی کا کارڈ اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہے تھے آج دو سال بعد اپنی پوری بدصورتی کے ساتھ اس پر واضح ہو گئے تھے۔ دو سال پہلے اس نے صبا کو بہت لعنت ملامت کی تھی اور ساتھ ہی اپنے بارے میں دعویٰ بھی کیا تھا کہ شادی کرنا کوئی ایسا ضروری کام بھی نہیں اسے اگر کوئی شخص اس لحاظ سے پسند نہ آیا تو وہ ساری زندگی کنوارا رہنے کو ترجیح دے گی مگر کسی ناپسندیدہ آدمی کے ساتھ زندگی نہیں گزارے گی۔ اس کی ذات کسی اور کے لئے ہو نہ ہو کم از کم خود اس کے اپنے لئے تو بہت اہم ہے۔ تب صبا نے اسے دعا دی تھی کہ خدا کرے اسے اس کا آئیڈیل شخص مل جائے۔

"صبا تم نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ ڈکشنری کھول کر اس میں آئیڈیل کے معنی تلاش کروں اور دیکھوں کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ کیا خیالی اور تصوراتی چیزیں اصل میں ہمیں مل سکتی ہیں۔ نہیں کبھی نہیں۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ امی سے کہہ کر آئی تھی کہ وہ عارفہ ممانی کو ہاں کہہ دیں۔ امی نے اس کے اتنے دنوں تک اس پروپوزل پر خاموشی کے بعد ایک دم ہاں کر دینے پر حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔ ان کے استفسار پر وہ بڑے عام سے انداز میں بولی تھی۔

"امی! آپ صحیح کہہ رہی تھیں۔ حمزہ اتنا برا بھی نہیں ہے۔ سب سے بڑا پلس پوائنٹ تو اس کا اتنا دولت مند ہونا ہی ہے۔"

اور اب امی کو ہاں میں جواب دے کر وہ اپنے کمرے میں لیٹی صبا کو یاد کر رہی تھی۔ وہ شاید اس سے زیادہ ذہین تھی کبھی اس نے خوابوں کی دنیا سے نکل کر سچائیوں کا سامنا بہت جلدی کر لیا تھا۔ وہ حقیقت پسند تھی اس نے درست راہ چن لی تھی اور طوبیٰ نے اپنے خوابوں کی دنیا سے نکلنے میں بہت دیر لگائی تھی۔ اوائل عمری کے دیکھے گئے وہ خواب جو اب اس کی زندگی کا

HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com
UrduPhoto.com

HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com

حصہ بن گئے تھے ان سے دستبردار ہونے میں اسے بہت دقت ہوئی تھی۔ خوابوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت کا سامنا کرنا کتنا کٹھن کام ہوتا ہے' یہ وہ ہی جانتی تھی۔ اس کے خوابوں کی کرچیاں خود اسے ہی لہولہان کررہی تھیں مگر وہ خود کو مزید دوسروں کے سامنے گرانا نہیں چاہتی تھی۔

اس روز طلحہ ماموں کے گھر سے واپس آنے کے محض تین دن بعد ہی اس نے حمزہ کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا۔ ٹھیک ہے اور کچھ نہ سہی وہ کم از کم اس سے محبت تو کرتا ہے۔ اس کے مسلسل انکار پر بھی وہ کبھی مایوس نہیں ہوا۔ ہوسکتا ہے اس کی محبت میں کھو کر وہ سب کچھ بھول جائے۔ اپنے خواب' ایک آئیڈیل زندگی اور آئیڈیل شریک سفر کے خواب' سب کچھ فراموش کردے۔

♥ ♡ ♡ ♥

"ہو کیا تم جس بات پر تمہیں اتنا غرور ہے۔ اپنا یہ زعم کسی اور کو جاکر دکھاؤ۔ میں ان تھرڈ کلاس حرکتوں سے متاثر ہونے والا نہیں۔" حمزہ کے ان الفاظ پر اسے کوئی حیرت نہ ہوئی تھی۔ اس کی شادی شدہ زندگی کے ان تین ماہ کے دوران وہ اسے ایسے کتنے ہی جملوں سے نواز چکا تھا اور وہ اب اس لہجے کی عادی ہوگئی تھی۔ وہ جو اس کا خیال تھا کہ حمزہ اس سے محبت کرتا ہے۔ شادی کی پہلی رات ہی غلط ثابت ہوگیا تھا۔ وہ تو اس کے لئے ایک چیلنج تھی اور بس۔ اسے رد کرکے طوبیٰ نے اس کی انا کو ہمیشہ ہی ٹھیس پہنچائی تھی اور اب وہ اپنی زخمی انا کو سربلند کرنے کے لئے اسے دکھ دینے اور اس کی انسلٹ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ وہ اسے صہیب کے حوالے سے طعنے دیتا۔

"جب صہیب نے ہری جھنڈی دکھادی تو اچانک ہی میرا خیال آگیا۔ میں اتنا ہی تو گیا گزرا تھا کہ یہاں وہاں کی ٹھکرائی ہوئی لڑکی میری قسمت میں لکھی گئی تھی۔" اس کا صہیب سے کوئی افیئر نہ تھا مگر رحمہ اور مامی کی مہربانیوں کی بدولت یہ قصہ سارے خاندان میں خوب مشہور ہوا تھا۔ لوگوں نے اس قصے کو زبان کے چٹخارے کے طور پر خوب انجوائے کیا تھا۔

وہ اگر چپ ہوتی تو طعنہ ملتا کہ دوسروں کو اپنے مقابلے کا نہیں سمجھتی اسی لئے کسی سے بات نہیں کرتی۔ اگر بات کرتی تو کہا جاتا کہ جان بوجھ کر اپنی قابلیت جتانے کے لئے بڑی عالمانہ گفتگو کرتی ہے۔ وہ حیران ہوتی کہ اس کی باتیں تو وہی عام سی باتیں تھیں جیسی وہ شادی سے پہلے اپنے گھر والوں سے کیا کرتی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ خود کو ان لوگوں کی پسند کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کررہی تھی مگر اپنی اتنی سالوں کی پختہ عادتیں یک دم ترک کردینا اس کے لئے بڑا ہی مشکل کام تھا۔ عارفہ ممانی اب صرف اس کی ساس تھیں۔ انہیں وہ کبھی بھی اچھی نہیں لگی تھی اور یہ صرف ان کے بیٹے کی ضد ہی تھی جو انہوں نے اسے اپنی بہو بنانا قبول کرلیا۔ یہ بات وہ اسے دن میں دو تین مرتبہ ضرور باور کرایا کرتی تھیں۔ نوکری تو اس کی شادی سے پہلے ہی چھڑوادی گئی تھی اب وہ سارا دن گھر پر عارفہ ممانی کے ساتھ رہتی۔ گھر میں ہر کام کے لئے نوکر موجود تھے۔ اسے فارغ رہنے کی عادت نہ تھی۔ کپڑے' جوتے اور شاپنگ کبھی بھی اس کا مسئلہ نہیں رہے تھے اس لئے اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کرے کیا۔ جس قسم کی باتیں عارفہ ممانی کیا کرتی تھیں ان سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

"فلاں کی بیٹی اور فلاں کی بہو" انہیں دوسروں کے گھریلو معاملوں کے بارے میں متجسس رہنے کی عادت تھی۔ وہ چاہتیں کہ طوبیٰ بھی ان کے ساتھ مل کر اس قسم کی گفتگو کیا کرے اور جب نتیجہ حسب توقع نہ ہوتا تو ان کا پارہ چڑھ جاتا۔ اسے اور اس کی ڈگریز کو لعنت ملامت کی جاتی اسے مغرور اور گھمنڈی کہا جاتا۔ کبھی جو حمزہ خوشگوار موڈ میں ہوتا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتا تو اس کی باتیں سن کر اس کا دل رونے لگتا۔ وہ اپنی عادتوں میں مکمل طور پر عارفہ ممانی کا عکس تھا۔ اس کی گفتگو کا دائرہ خاندان کے لوگوں کے نجی امور تک محدود رہتا۔ وہ مجبوراً" اس کا ساتھ دیتی۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ شروع شروع میں جو باتیں اسے تکلیف دہ محسوس ہوتی تھیں اب اسے تکلیف نہیں دیتی تھیں۔ اس نے ہر بات پر سمجھوتا کرلیا تھا۔ اپنا گھر بسانے کے لئے وہ اپنی تمام تر طاقت اور توانائی بروئے کار لاتے ہوئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کررہی تھی۔ شادی کے ڈیڑھ سال بعد سعد اور اس کے دو سال بعد تحریم کی آمد نے ان کی فیملی کو مکمل کردیا تھا۔ جویریہ کی شادی کا انویٹیشن آیا تو حمزہ نے بڑے طنز سے اس سے شادی میں چلنے کے بارے میں پوچھا۔ وہ اپنے کردار کے بارے میں اس کا شک و شبہ اتنے عرصے سے بھگت رہی تھی کہ اب تو آہستہ آہستہ اس نے اس بات پر انسلٹ محسوس کرنا بھی چھوڑ دی تھی۔ اسے پتا تھا جانے اور نہ جانے دونوں ہی صورتوں میں وہ اس پر طنز کرنے سے باز نہ آئے گا اس لئے بڑی سنجیدگی سے یہ معاملہ اس کی مرضی پر چھوڑ دیا تو وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔

"جانے کا دل چاہ رہا ہے تو میرے کندھے پر بندوق رکھ کر کیوں چلا رہی ہو۔ تمہیں تو ویسے بھی ضرور جانا چاہئے۔ تمہارے پسندیدہ اور قابل کزن کی بہن کی شادی ہے۔ انہی کی وجہ سے تو ہم بے چاروں کو تم نے کبھی گھاس بھی نہیں ڈالی۔" وہ اگر اس کی ایسی باتوں پر خاموشی اختیار کرلیتی تو اس کا غصہ اور بڑھ جاتا اور ایسا ہر بار ہی ہوتا تھا۔ وہ اس کے رکیک الزامات پر چپ سادھ لیتی کبھی اپنی صفائی میں بھی کچھ نہ کہتی۔ نتیجتاً" وہ اور غصے میں آجاتا۔ جویریہ کی شادی میں تو وہ نہیں گئی تھی مگر اس حوالے سے حمزہ نے اسے بہت تنگ کیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس کی شادی کو اکیس برس ہوگئے تھے اور ان اکیس برسوں میں وہ سر سے لے کر پاؤں تک بدل گئی تھی۔ عرصہ ہوگیا تھا اس نے کوئی کتاب پڑھی تو کیا دیکھی تک نہیں تھی کہ حمزہ کی مردانہ انا بیوی کی اپنے سے بڑھی ہوئی قابلیت برداشت نہ کرسکتی تھی۔ وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔ یہ بھی کہ کبھی وہ طوبیٰ یزدانی کتابوں سے عشق کرتی تھی۔ اس کا پروفیشن اس کا مقصد حیات تھا۔ وہ جو صبح جب تک اردو اور انگلش کا ایک ایک اخبار کھنگال نہ ڈالتی تھی اس وقت تک اس کی صبح نہ ہوتی تھی۔ اب اس کا دل ہی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اخبار پڑھے۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ پاکستان کی economy اب بھی declining اسٹیج پر ہے یا کچھ بہتری آئی ہے۔ literacy کی شرح بڑھی ہے یا گھٹی۔ لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کررہی ہیں یا نہیں۔ سپر پاور کس طرح تیسری دنیا کے ملکوں کو دبا رہے ہیں اور روس' چائنا اور انڈیا مل کر امریکہ کے خلاف کس قسم کا بلاک تشکیل دے رہے ہیں۔ یہ تمام باتیں اگر وہ کسی سے سنتی بھی تو اسے دلچسپی محسوس نہ ہوتی۔ اسے تو اب ان باتوں میں دلچسپی تھی کہ Noritake کی کراکری کہاں سے اچھی ملے گی۔ اسپین کے اور یجنل مورا کے بلینکٹس گل پلازا پر آئے ہوئے ہیں۔ میٹرو میں جوتوں کی زبردست ورائٹی آئی ہوئی ہے اور رابی سینٹر پر آج کل سیل لگی ہوئی ہے۔ اسے تو اب یہ بھی یاد نہیں تھا کہ کبھی وہ میک اپ تھوپی امیر بیگمات کا کس قدر مذاق اڑایا کرتی تھی۔ اب وہ خود اپنے شوہر کی پسند کے مطابق میک اپ سے آراستہ رہا کرتی تھی۔ حمزہ کے ساتھ بیٹھ کر انڈین فلمیں دیکھتے ہوئے اسے یاد بھی نہ آتا تھا کہ کبھی وہ ان فلموں سے کتنا چڑا کرتی تھی۔ فلموں کے بارے میں اس کی چوائس کتنی اونچی تھی۔ وہ اچھا اور معیاری لٹریچر پڑھا کرتی تھی۔ کبھی اس کے ریسرچز پیپرز مختلف جرنلز میں شائع ہوئے تھے وہ یہ بھی بھول چکی تھی۔ اس کے پرانے ملنے والے اب جب اس سے ملا کرتے تو ایک بالکل ہی مختلف عورت ان کے سامنے آتی۔ شادی کے کئی سال بعد جب اچانک صہیب اور رحمہ سے اس کی خاندان ہی کے ایک فنکشن میں ملاقات ہوئی تھی تو اسے دیکھ کر صہیب کی آنکھوں کی وہ چمک بھی اسے متاثر نہ کرسکی تھی۔ وہ اپنے برابر میں کھڑی اپنی

HarfeDua @ OneUrdu.com Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com

بے حد حسین اور کم عمر بیوی کو بھلائے ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ اب ان باتوں سے بے نیاز ہو چکی تھی۔

حمزہ اور اس کی تمام سسرال والے سب ہی اب اس سے بہت خوش رہتے تھے۔ اتنے برسوں بعد سہی اس کو اپنی ریاضتوں کا پھل مل گیا تھا۔ حمزہ اب اکثر اس سے اپنے پرانے رویوں کی معافی مانگتا اس کی قربانیوں کی قدر کرتا اور وہ جواب میں مسکرا دیتی۔ عارفہ ممانی کے ساتھ بیٹھ کر خاندانی گوسپ کرتے ہوئے وہ کبھی بھی ان ایزی فیل نہیں کرتی تھی۔ وہ اس سے بہت ہی خوش تھیں۔ ہر کسی کے سامنے برملا اپنی بہو کی خوبیوں کا اعتراف کرتیں اور خود کو خوش قسمت قرار دیتیں کہ انہیں اتنی خدمت گزار اور فرماں بردار بہو ملی ہے۔ تحریم کے اے لیول کمپلیٹ کرتے ہی جب اس نے اس کی شادی کا فیصلہ کیا تو سب ہی حیران رہ گئے تھے۔ اس کے بچوں نے شکل صورت باپ کی اور ذہانت ماں کی لی تھی۔ اسی لئے دونوں ہی بڑے حسین اور ذہین بچے تھے۔ تحریم نے اے لیول امتیازی نمبروں سے پاس کیا تھا۔ وہ ڈاکٹر بننا چاہتی تھی اس کے نمبر اتنے اچھے تھے کہ اسے بغیر کسی سفارش کے باآسانی میڈیکل کالج میں داخلہ مل جاتا مگر اس نے اپنی بیٹی کے لئے پہلا ہی آنے والا پروپوزل قبول کر لیا تھا۔ عارفہ ممانی تو اس کے اس فیصلے سے بہت خوش تھیں مگر حمزہ اور خود تحریم کو اس فیصلے سے سخت اختلاف تھا۔ حمزہ بیٹی کی پڑھائی میں اتنی دلچسپی دیکھتے ہوئے اسے آگے پڑھانا چاہتا تھا مگر وہ اس کے لئے تیار نہ تھی۔ زندگی کے تلخ ترین تجربات نے اسے یہی سکھایا تھا کہ لڑکیوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کتنی مضر ہے۔ پڑھ لکھ کر اور اپنا شعور بیدار کر کے پھر لڑکیاں بہترین سے کم کسی چیز پر سمجھوتا نہیں کرتیں اور جو اگر ایسا کرنا پڑ جائے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بات اس سے بہتر کون جانتا تھا۔

آج اس کی سترہ سالہ بیٹی کے لئے تیس سالہ فارن آفیسر کے اعلیٰ عہدے دار کا رشتہ آیا تھا۔ چند سالوں بعد جب وہ پڑھ لکھ کر پکی عمر کی گھاٹ گھاٹ کا پانی پی ہوئی لڑکی بن جائے گی تو کوئی اسے پوچھے گا بھی نہیں۔ یہ بات اسے اچھی طرح معلوم تھی۔ اسے ایک اور طوبیٰ یزدانی کو اس کے خوابوں سمیت زندہ درگور ہونے سے بچانا تھا۔ یہ ادھورے رہ جانے والے خواب کتنا دکھ دیتے ہیں، وہ جانتی تھی۔ وہ تحریم کو ایسا کوئی خواب دیکھنے ہی کیوں دے۔ اس میں وہ شعور ڈویلپ ہی کیوں ہو اسے آگہی کے عذاب سے بچانا وہ اپنا فرض سمجھتی تھی۔ اسی لئے تحریم کے تمام تر احتجاج اور خفگی کو نظر انداز کر کے اس نے فوراً ہی شادی کی تاریخ رکھ دی۔ اس کے اس فیصلے پر ہر کوئی حیران تھا مگر وہ اپنے اس فیصلے سے مطمئن تھی۔

رخصت ہوتے وقت تک تحریم اس سے سخت خفا تھی مگر وہ جانتی تھی کہ اس کا فیصلہ بالکل درست ہے اور شادی کے بعد جب اپنے شوہر کے ساتھ تحریم خوشگوار زندگی گزارے گی تو اپنی ماں کا فیصلہ اسے بالکل صحیح اور اپنے حق میں نظر آئے گا۔ اسی لئے وہ بہت پرسکون تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

یہ تھا طوبیٰ یزدانی کی زندگی کا احوال۔ جسے ہمارے معاشرے کے دہرے معیار نے اپنی سوچ اور انداز فکر تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آج طوبیٰ اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہی ہے۔ اس کا گھر ہر لحاظ سے ایک آئیڈیل گھر کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ اس کے سسرال والے، اس کا شوہر اور اس کے بچے سب اس سے خوش ہیں اور وہ خود؟ کیا وہ خود بھی خوش ہے۔ یہ سوال وہ دانستہ اپنے آپ سے نہیں کرتی کیونکہ اس کا جواب بڑا تکلیف دہ ہے۔

☆

☆

Scanned By HarfeDua for OneUrdu.com
UrduPhoto.com